تیسری قسط

حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ اور قادیانیت

پروفیسر خالد شبیر احمد

ایک واقعہ:

''شاہ صاحب کو تردید قادیانیت سے کتنا لگاؤ تھا، اس کا اندازہ مندرجہ ذیل واقعہ سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ شاہ صاحب جامع ڈابھیل سے دیوبند تشریف لے جا رہے تھے۔ دہلی سے گاڑی بدلنا پڑی تھی۔ جس کی وجہ سے کافی دیر تک سٹیشن پر قیام کرنا پڑا تھا۔ شاہ صاحب سے ملاقات کرنے کے لیے بہت سے لوگ اسٹیشن پر جمع تھے۔ دورانِ گفتگو میں شاہ صاحب کو پتہ چلا کہ قادیانیوں نے دہلی میں اپنا جلسہ منعقد کیا ہے۔ لیکن کسی نے بھی ان کے غلط عقائد کی تردید نہیں کی۔ اس وقت دہلی میں دیوبند کے کئی فاضل علماء موجود تھے۔ اگر وہ اپنے فرض کو پہچانتے تو تردید قادیانیت کے سلسلے میں ضرور تقریریں کرتے لیکن انھوں نے ایسا نہ کیا۔ جب شاہ صاحب کو اس بات کا علم ہوا تو انہیں سخت رنج ہوا اور انھوں نے مولانا سعید احمد صاحب اکبر آبادی سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

> ''صرف گالی سننے سے ہی ایک شریف آدمی کی توہین نہیں ہوتی، بلکہ اس کی توہین اس بھی ہوتی ہے کہ وہ اپنے مرتبے سے گری ہوئی بات سنے۔''

پھر اس کے بعد بطور دلیل یہ واقعہ سنایا کہ ایک اچھے کھاتے پیتے گھرانے کے امیر شخص نے جناب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہٗ کی خدمت میں زبرقان شاعر کی شکایت کی کہ اس نے اپنے اشعار میں میری شدید توہین کی ہے۔ امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہٗ نے زبرقان سے جواب طلب کیا زبرقان نے کہا یا امیر المؤمنین میں نے تو اپنے اشعار میں ان کی تعریف کی ہے۔ اس کی برائی تو نہیں کی اور پھر امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو یہ شعر سنایا۔ دَعِ المكارم لا ترحل ابغيتها. ترجمہ (تو کارناموں کو چھوڑ دے) اقعه نانك انت الطاعم الكاسي. ترجمہ (بیٹھ جا کیونکہ تو کھاتا پیتا آدمی ہے)

حضرت عمر بن الخطاب نے یہ شعر سن کر زبرقان شاعر سے کہا کہ یہ شخص ٹھیک کہتا ہے تو نے اس کی سخت توہین کی ہے۔ ایک شریف آدمی کو اس سے زیادہ اور کیا توہین کہ اچھے کاموں کے حصول کو غریب لوگوں کے ساتھ منتج کر دیا جائے۔

اس واقعہ کو سنانے سے شاہ صاحب کا مطلب یہ تھا کہ چونکہ دہلی کے علماء نے فرقہ قادیانیت کی تردید کرنے میں غفلت برتی ہے۔ جبکہ ان پر قومی اور مذہبی دونوں نقطہ نظر سے یہ کام کرنا ضروری تھا تو اس سے ان کی عزت و احترام کم ہو گئی۔ (سیرت انور شاہ کاشمیری، مصنفہ عبدالصمد صارم لاہور، صفحہ ۳۰ تا ۳۶ تک)

مقدمہ بہاول پور:

یہ مقدمہ ایک مسلمان عورت نے احمد پور شرقیہ ضلع بہاول پور کی رہنے والی تھی۔ اپنے شوہر کے خلاف دائر کیا تھا اس عورت کا یہ کہنا تھا کہ چونکہ اس کا شوہر مرزائی ہوگیا ہے۔ اس لیے میرا نکاح فسخ ہوگیا ہے اس لیے وہ مذہب اسلام سے خارج ہے اور ایک مذہب اسلام سے خارج آدمی کے ساتھ نکاح جائز نہیں۔ یہ مقدمہ کافی دیر سے زیر سماعت تھا۔ ۱۹۳۲ء میں ضروری سمجھا گیا کہ اس مسئلہ پر قادیانی علماء اور غیر قادیانی حضرات سے روشنی ڈالنے کو کہا جائے۔ تاکہ ان کے بیانات کی روشنی میں مقدمہ کو صحیح طور پر فیصلہ کیا جاسکے۔ قادیانیوں نے اس مقدمے کو جیتنے کے لیے سردھڑ کی بازی لگادی تھی۔ جب امام العصر محمد انور شاہ کاشمیریؒ کو اس بات کا علم تو وہ اپنے تلامذہ سمیت بنفس نفیس بہاول پور تشریف لائے۔ کئی روز تک بیانات ہوتے رہے۔ شاہ صاحب نے نہایت مدلل بحث کی اور فرقہ قادیانیت کے ارتداد میں ایک بصیرت افروز تقریر فرمائی۔ یہ شاہ صاحب اور ان کے ساتھیوں کی مساعی جمیلہ کا ظہور تھا کہ یہ مقدمہ بحقِ مدعیہ فیصلہ ہوا۔ اس مقدمے کی تفصیلات مختلف کتابوں میں موجود ہیں۔ جس میں حافظ محمد خالد لطیف حقانی منزل طوری دروازہ بہاول پور کی کتاب بعنوان ''مقدمہ کتاب بیاناتِ ربانی برارتدادِ فرقہ قادیانی جو عالی جناب ڈسٹرکٹ جج صاحب بہاول پور کی عدالت میں ہوئے''۔ اسی طرح دوسری کتاب حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کی کتاب ''تحفۂ قادیانیت'' جلد دوم میں بھی اس مقدمے کی تفصیلات موجود ہیں۔ ان کتابوں کے مطالعے سے مزید تفصیل یہ ہے کہ ''یہ مقدمہ ۱۹۲۶ء میں احمد پور شرقیہ کی عدالت میں دائر کیا گیا۔ ۱۹۳۱ء میں یہ مختلف مراحل طے کرکے دربار معلیٰ سے ڈسٹرکٹ جج صاحب کی عدالت میں پیش ہوا۔ جج نے اس پر کاروائی کرنے سے پہلے دونوں فریقوں سے کہا کہ اس مقدمے کا تعلق چونکہ عقیدۂ ختم نبوت سے ہے۔ اس لیے اس کی اہمیت کا تقاضہ یہ ہے کہ دونوں طرف کے علماء حضرت مولانا غلام محمد گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ (شیخ الجامعہ) کی قیادت میں اس مقدمے کی پیروی کرر ہے تھے۔ چنانچہ انھوں نے اس عظیم کام کے لیے متحدہ ہندوستان کے نامور علماء کو دعوت نامے بھیجے کہ وہ بہاول پور آکر مدعیہ کی طرف سے عدالت میں بطور گواہ پیش ہوں اور اپنے مؤقف کو دلائل وشواہد سے ثابت کریں۔ چنانچہ شیخ الجامعہ کی دعوت پر ہندوستان کے نامور علماء مدعیہ کی طرف سے شہادت دینے کے لیے بہاول پور تشریف لائے اور عدالت کے کٹہرے میں کھڑے ہوکر مرزا کے باطل دعوؤں ی وہ تردید کی کہ مرزائی مبلغ بغلیں جھانکتے رہ گئے۔ اس سلسلے میں جب مولانا غلام محمد گھوٹوی کا خط سید محمد انور شاہ کاشمیری کو ملا تو ان کا رختِ سفر ڈابھیل کے لیے بندھ چکا تھا۔ خط پڑھتے ہی انھوں نے اپنا پروگرام ملتوی کردیا اور اساتذۂ دیوبند سے فرمایا کہ بہاول پور سے حضرت شیخ الجامعہ کا خط میرے نام آیا ہے انھوں نے تحریر فرمایا ہے کہ ایک مرزائی مقدمے کے سلسلے میں شہادت دینے کے لیے بہاول پور آئیں۔ اب میں ڈابھیل جانے کی بجائے بہاول پور جاؤں گا۔ چنانچہ ضعفِ علالت کے باوجود طویل سفر کرکے اپنے تلامذہ کے ہمراہ بہاول پور پہنچے۔ بہاول پور میں آپ کا قیام ایک ماہ تک رہا اس دوران انھوں نے مدعیہ کی طرف سے عدالت میں ایک مکمل بیان

دیا اور کتاب وسنت کی روشنی میں ختم نبوت کے تمام علمی و دینی پہلوؤں کو واضح کرتے ہوئے مرزا غلام احمد قادیانی کے ادعائے نبوت کی وہ تکذیب کی کہ بڑے بڑے علماء مشائخ آپ کے علمی تبحر اور وسعتِ نظر دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ جن علمائے دین نے دینِ اسلام کے ترجمان کی حیثیت سے عدالت میں شہادتیں دیں ان کے اسمائے گرامی مندرجہ ذیل ہیں۔

ا۔حضرت مولانا غلام محمد گھوٹوی ۔۲۔حضرت مولانا محمد حسین کولوتارڑوی ۔۳۔حضرت مفتی محمد شفیع ۔۴۔حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن ۔۵۔حضرت مولانا محمد انور شاہ کاشمیری ۔۶۔حضرت مولانا نجم الحسن۔

فیصلہ مقدمہ:

ریاست بہاول پور پنجاب میں ایک اسلامی ریاست ہے اور اعلیٰ حضرت تاجدارِ عباسی خلد اللہ تعالیٰ اقبالہٗ وملکہ کے آئین میں ہے۔ اس میں ایک شخص مسمی عبدالرزاق مرزائی ہوکر مرتد ہوگیا۔ اس کی منکوحہ مسمات غلام عائشہ نے سنِ بلوغ کو پہنچ کر ۲۴ر جولائی ۱۹۲۶ء کو فسخ نکاح کا دعوہ دائر کر دیا اور یہ مقدمہ ۱۹۳۱ء تک ایک دفعہ انتہائی مراحل طے کرکے پھر ۱۹۳۲ء میں ریاست کی عدالتِ اعلیٰ یعنی دربارِ معلّٰی سے ابتدائی حیثیت میں ڈسٹرکٹ جج بہاول پور کی عدالت میں بغرض تحقیقِ شرعی واپس آیا مدعیہ کی طرف سے ہندوستان کے مشہور اکابر علماء کی شہادتیں ہوئیں اور مدعا علیہ کی جانب سے ان شہادتوں کی تردید پر پوری کوشش صرف کی گئی۔ آخر ۷ر فروری ۱۹۳۵ء کو فیصلہ بحق مدعیہ صادر ہوا کہ ایک مسلمان لڑکی مسماۃ غلام عائشہ بنتِ مولوی الٰہی بخش کا شوہر مسمی عبدالرزاق ولد جان محمد' اسلام سے مرتد مرزائی بن گیا تھا زوجہ کی طرف سے ۲۴ر جولائی ۱۹۲۶ء کو احمد پور شرقیہ کی عدالت میں دعویٰ دائر کیا گیا کہ مدعیہ اب تک نابالغ رہی ہے' اب عرصہ دو سال سے بالغ ہوئی ہے۔ مدعا علیہ ناکح مدعیہ نے مذہب اہل سنت والجماعت تبدیل کرکے قادیانی مذہب اختیار کرلیا ہے اور اس وجہ سے وہ مرتد ہوگیا ہے۔ اس کے مرتد ہوجانے کی وجہ سے باعث مدعیہ اب اس کی منکوحہ نہیں رہی، کیونکہ وہ شرعاً کافر ہوگیا ہے اور بموجب مذہب احکام شرع شریف بوجہ ارتداد مدعا علیہ، مدعیہ مستحق انفراق زوجیت ہے۔ اس لیے ڈگری تنسیخ نکاح بحق مدعیہ صادر کیا جائے اور یہ قرار دیا جائے کہ مدعیہ مرزائی ہوجانے مدعیہ علیہ کے اس کی منکوحہ جائز نہیں رہی اور نکاح بوجہ ارتداد مدعا علیہ قائم نہیں رہا (مقدمہ فیصلہ بہاول پور ص۵ طبع اوّل)

اگرچہ یہ مقدمہ سات سال سے چل رہا تھا اور مدعا علیہ قادیانی بڑے فخر سے اعلانیہ کہا تھا کہ قادیان کا خزانہ اور منظّم جماعت اس کی پشت پر ہے۔ مگر مسلمانوں نے اسے ایک شخص کا مقدمہ سمجھا اور مدعیہ کی مالی امداد کی طرف بھی توجہ نہ کی لیکن ڈسٹرکٹ عدالت نے جو اس مقدمے کی سماعت کے لیے ریاست کے سربراہ نے بطور کمیشن قائم کی تھی۔ فریقین کو اپنے اپنے مسلک کے مستند اور مشاہیر علماء کو بغرض شہادت پیش کرنے کا حکم دیا تو مسلمانانِ بہاول پور کا احساس بیدار ہوا کہ کہیں مدعیہ کی کسمپُرسی و ناداری اسے شہادت شرعی پیش کرنے سے قاصر نہ رکھے۔ چنانچہ انجمن نوید الاسلام بہاول پور نے مدعیہ کی جانب سے اس مقدمہ کی پیروی شروع کی۔ بالآخر دو سال کی کامل تحقیق وتنقیح کے بعد ۷ر۲ر۱۹۳۵ء کو عالی جناب محمد

اکبر ڈسٹرکٹ جج بہاول پور اس مقدمہ کے تاریخی فیصلہ مدعیہ کے حق میں صادر کرتے ہوئے قرار دیا کہ ''مدعیہ کی جانب سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مرزا صاحب کاذب مدعی نبوت ہیں، اس لیے مدعا علیہ (عبدالرزاق قادیانی) بھی مرزا صاحب کو نبی تسلیم کرنے سے مرتد قرار دیا جائے۔ لہٰذا ڈگری مضمون بحق مدعیہ جاری کی جاتی ہے کہ وہ تاریخ مدعا علیہ سے اس کی زوجہ نہیں رہی۔ مدعیہ خرچہ مقدمہ بھی ازاں مدعیہ علیہ سے لینے کی حقدار ہوگی۔ (فیصلہ مقدمہ بہاول پور ص ۱۴۹)

تاریخی مقدمہ:

یہ ایک مسلمان ریاست کے مسلمان جج کا تاریخی فیصلہ تھا جو اسلام اور قادیانیت کی پوری تحقیق کے بعد صادر کیا گیا اور پھر ایک ایسی عدالت کی جانب سے تھا جس کی حیثیت عدالت خاص کی تھی۔ اس لیے یہ فیصلہ آئندہ کے لیے نشانِ راہ ثابت ہوا اور الحمد للہ اس قسم کے تمام فیصلے اسی کے مطابق ہوئے۔ حضرات اکابر دیوبند اس مقدمے میں جو کارنامہ سرانجام دیا۔ اس کا تعارف کراتے ہوئے ابوالعباس محمد صادق نعمانی جن کی وساطت سے یہ فیصلہ صادر ہوا تحریر فرماتے ہیں

''مدعیہ کی طرف سے شہادت کے لیے شیخ الاسلام مولانا انور شاہ کاشمیریؒ، حضرت سید مرتضیٰ حسن چاند پوری، حضرت مولانا نجم الدین، پروفیسر اورنٹیل کالج لاہور، حضرت مولانا محمد شفیع مفتی دارالعلوم دیوبند پیش ہوئے۔ حضرت شاہ صاحب کی تشریف آوری تمام ہندوستان کی توجہ کے لیے جذبِ مقناطیسی کا کام کیا۔ اسلامی ہند میں اس مقدمے کو غیر فانی شہرت حاصل ہوگئی۔ حضراتِ علماء کرام نے اپنی اپنی شہادتوں میں علم و عرفان کے دریا بہا دیئے اور فرقۂ ضالہ کا کفر روزِ روشن کی طرح ظاہر کر دیا اور فریق مخالف کی جرح کے نہایت مسکت جواب دیئے۔ خصوصاً حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ علیہ اپنی شہادت میں ایمان، کفر زندقہ، ارتداد، ختم نبوت، اجماعِ تواتر، متواترات کے اقسام، وحی، کشف، الہام کی ایسے تعریفات اور ایسے اصول و قواعد بیان کیے جن کے مطالعے سے ہر ایک انسان علی وجہ البصیرت بُطلان مرزائیت کا یقین کامل حاصل کر سکتا ہے۔ پھر فریق ثانی کی شہادت شروع ہوئی مقدمہ کی پیروی اور شہادت پر جرح کرنے اور قادیانی دجل و تبذیر کو آشکارا کرنے کے لیے شہرۂ آفاق مناظر حضرت مولانا ابوالوفا صاحب نعمانی شاہجہان پوری تشریف لائے۔ مولانا موصوف مختار مدعیہ ہو کر تقریباً ڈیڑھ سال مقدمے کی پیروی فرماتے رہے۔ فریق ثانی کی شہادت پر باطل شکن جرح فرمائی جس نے مرزائیت کی بنیادوں کو کھوکھلا اور مرزائی دجل و فریب کے تمام پردوں کو پارہ پارہ کر کے فرقہ مرزائیہ ضالہ کا ارتداد آشکارا کر دیا۔ فریقین کی شہادت ختم ہونے کے بعد مولانا موصوف نے مقدمہ زیر بحث کی اور فریقِ ثانی کی تحریری بحث کا تحریری جواب الجواب نہایت مفصل اور جامع پیش کیا۔ (مقدمہ بہاول پور)

[جاری ہے]

☆☆☆